

آخری قسط:

” آپریشن (سرجری) کے اقسام و احکام “ اسلام کی نظر میں

مفتی اقبال حسین صاحب

حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب کا فتویٰ:

فتاویٰ فریدیہ میں ہے:

میڈیکل کالجوں میں جسد میت پر تجربات کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میڈیکل کالجوں میں انسانی لاش اور میت پر مختلف تجربات کئے جاتے ہیں۔ اور تا آخر اسے گلے گلے کر کے دفن نہیں کیا جاتا کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: انسان کا ابتذال اور تحقیر مشق بنانا جائز ہے اگرچہ بال کیوں نہ ہو:

” قال الله تعالى ولقد كرمنا بني آدم (الآية بنی اسرائیل آیت ۷۰) وفي الهدایہ علی صدر فتح القدیر باب بیع الفاسد. ولا يجوز بيع شعر الانسان ولا الانتفاع به لان الآدمی مکرم لا مبتذل فلا يجوز ان يكون شيء من اجزائه مهانا مبتذلا وبمعناها في جميع كتب الفتاوى).

لہذا انسان کے بدن پر تجربات کرنا حرام ہوگا تجربہ بڑیا پلاسٹک سے بنے ہوئے اعضاء پر بھی ہو سکتا ہے۔

(فتاویٰ فریدیہ جلد ۳ ص ۳۳۲)۔

حضرت مولانا مفتی عبدالسلام چانگامی صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

(ج)..... اور انسانی جسم و اعضاء کی قطع و برید کر کے طب جدید کے تعلیمی و تجرباتی فائدے حاصل کرنا بھی جائز نہیں کیوں کہ یہ تکریم و احترام کے خلاف ہے۔

(د)..... انسانی جسم و اعضاء کے ذریعہ تداوی اور علاج بھی جائز نہیں ہے۔

(ه)..... جب انسانی جسم و اعضاء کی قطع و برید کر کے علاج و معالجہ جائز نہیں تو اس کا موقوف علیہ (تعلیم) بھی انسانی جسم کی چیر پھاڑ کر کے ناجائز ہوگی۔ البتہ صرف چند مخصوص صورتوں میں انسانی جسم کی قطع و برید جائز ہے۔

(انسانی اعضاء کی پیوند کاری اور اس کے شرعی احکام ص ۳۵ ط اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری کراچی)۔

جو لوگ طبی ضرورت کے لئے مردہ کی لاش کی چیر پھاڑ کو جائز قرار دیتے ہیں ان کے بعض دلائل اور ان کے جوابات ہم ذکر کرتے ہیں۔ بعض علماء نے تعلیم کو ضرورت قرار دے کر طبی مشق کے لئے مردہ کی چیر پھاڑ کو جائز قرار دیا ہے اس بارے میں تفصیلی فتویٰ اور اس کا جواب ملاحظہ ہو:

سوال:..... کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہسپتال وغیرہ سے لاوارث مسلم نعش عمل جراحی کے لئے میڈیکل کالج میں بھیجی جاتی ہے، اب اس کے متعلق سوال یہ ہے:

(۱)..... مسلم نعش پر شرعاً کسی حالت میں عمل جراحی جائز ہے یا نہیں؟

(۲)..... اور اگر کسی خاص صورت میں جائز بھی ہو تو میڈیکل کالج میں تعلیمی ضرورت کے لئے مسلم نعش پر عمل جراحی جائز ہوگا؟

الجواب:..... مسلم نعش پر عمل جراحی بعض حالات میں شرعاً جائز ہے مثلاً کوئی عورت مرجائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ اور متحرک ہو تو تمام فتاویٰ میں یہ تصریح ہے کہ اس کے پیٹ کو بائیں جانب سے چیر کر بچہ کو نکال لیا جائے۔

در مختار میں ہے: ”حامل ماتت و ولدھا حی بضرب شق بطنھامن الایسر ویخرج ولدھا“

(در مختار بحاشیہ رد مختار جلد ۱ ص ۶۶۱)

نیز ایسی صورت میں بھی عمل جراحی جائز ہے جبکہ مرنے والی کے پیٹ میں کوئی چہ متحرک معلوم ہو اور لوگوں کی رائے یہ ہو کہ

یہ متحرک بچہ ہے، جیسا کہ فتح القدر میں ہے: ” وفي الجنيس من علامة النوازل امرأة حامل ماتت واضطرب في بطنها شيء وان كان رأبهم انه ولد حتى شق بطنها “ (فتح القدير جلد ۲ ص ۱۰۲ قبیل باب الشہید).

مطلب یہ ہے کہ ہر دو صورت میں بچہ زندہ ہونے کا یقین ہو یا بچہ زندہ ہونے کا ظن ہو، مردہ نعش کو چاک کرنا جائز ہے، نیز ایسی صورت میں بھی مردہ نعش پر عمل جراحی کرنا جائز ہے کہ کوئی شخص کسی کا روپیہ نگل جائے اور مر جائے۔

در مختار میں ہے: ” ولو بلغ مال غيره ومات هل يشق قولان ولاولى نعم فتح وفي الشاميه (قوله والاولى نعم) لانه وان كان حرمة الآدمي اعلى من صيانة المال لكنه ازال احترامه بتعديده كما في الفتح : ومفاده انه لو سقط في جوفه بلا تعد لا يشق اتفاقا (الدر المختار جلد ۵ ص ۶۶۲)۔

” وفي البيري عن تلخيص الكبرى: لو بلغ عشرة دراهم ومات يشق وفاد البيري عدم الخلاف في الدرهم والدنانير “ (رد المحتار جلد ۱ ص ۱۲۳)۔

ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ مردہ لاش پر بحالت ضرورت عمل جراحی جائز ہے۔

(۲)..... میڈیکل کالج میں تعلیمی ضرورت کے لئے نعش پر عمل جراحی کرنا جائز ہوگا، اس لئے کہ آئین اسلام کا ضابطہ ہے کہ دو ضرروں میں سے اگر ایک ضرر دوسرے ضرر سے اعظم ہو تو اشد ضرر کا اخف ضرر کے ذریعہ ازالہ کیا جائے گا، جس کی ایک مثال مردہ عورت کے پیٹ کا بچہ نکالنے کے لئے چیرنا ہے۔

الاشاہ والنظار میں ہے:

” لو كان احدهما اعظم ضررا عن الآخر فان الاشد يزال بالاخف “۔ (جلد ۱ ص ۱۲۳)۔

اس کے بعد اس کی مثالوں میں سے بہت سی مثالوں کے ساتھ مذکورہ بالا مثال کو ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

” ومنها جواز شق بطن الميتة لاخراج الولد اذا كانت ترجى حياته وقد امر به

ابو حنيفة رحمه الله تعالى فعاش الولد كما في الملتقط “ (حوالہ بالا)۔

میڈیکل کالجوں میں چند مردوں کی نعش پر عمل جراحی کے باعث چونکہ سینکڑوں زندہ مریضوں کی جان بچتی ہے، اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ ایک بچہ کی جان بچانے کے لئے ایک نعش پر عمل جراحی کرنا جائز ہو اور سینکڑوں جانیں بچانے کے لئے چند

نecشوں پر عمل جراحی جائز نہ ہو:

” هذا ما عندى فان اصبحت فمن الله وان اخطأت فمنى ومن الشيطان “

علماء کرام کے لئے قابل غور بات یہی ہے کہ عدم تعلیم سینکڑوں جانوں کی ہلاکت کا موجب ہوگا یا نہیں؟ اور اگر موجب ہوگا تو یہ ضرر بمقابلہ چند نعشوں کے اعظم اور اشد ضرر ہے یا نہیں؟

میرا خیال ہے کہ بمقابلہ چند نعشوں کے سینکڑوں جانوں کی ہلاکت اعظم اور اشد ہے: لہذا الاشباہ کی تصریح کی بناء پر آئین اسلام کی رو سے اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا ہے کہ میڈیکل کالج میں نعش پر جو عمل جراحی کیا جاتا ہے وہ شرعاً جواز کے اندر ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

منت اللہ رحمانی خافقہ رحمانی مونگیر

الجواب صحیح:

علم جراحی مسلمانوں کے لئے حاصل کرنا لازمی اور ضروری ہے اور ادھر یہ قاعدہ بھی ہے، الضرر یزال اور الضرر یتج المحذورات۔ پس ضرورت اور مجبوریوں کی وجہ سے یہ عمل جراحی جائز ہے چنانچہ مجیب لیب نے توضیح کی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند ۷۶/۱/۲۹

الجواب صحیح:

والجیب نصح خط کشیدہ عبارت تو بہت ہی مضبوط دلیل ہے اور آیت کریمہ:

” ولکم فی القصاص حیوة یا اولی الالباب “

اور آیت قتال کے اشارے بھی اس طرف ہیں۔

واللہ اعلم

احقر نظام الدین دارالعلوم دیوبند

الجواب باسم ملہم الصواب:

نظام الفتاویٰ کا جواب صحیح نہیں، تعلیمی ضرورت کو اخراج ولد پر قیاس کرنا بوجہ ذیل باطل ہے۔

(۱)..... شق بطن ولادت کا ایک متبادل طریقہ ہے جو اس زمانے میں عام ہے، اس میں انسان کی بے حرمتی کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔

(۲)..... اخراج ولد کے لئے شق بطن عارض ہے، اس کے بعد میت کو احترام کے ساتھ دفن کر دیا جاتا ہے اور میڈیکل کالج میں ہمیشہ کے لئے تحت شق بنایا جاتا ہے۔

(۳)..... اخراج ولد میں جان بچانے کا عمل ہو رہا ہے اور کالج میں جان بچانے کے طریقوں کی تعلیم ہوتی ہے، فی الحال جانیں بچانے کا عمل نہیں ہو رہا۔ جان بچانے کے عمل اور اس کی تعلیم میں فرق ہے مثلاً جان بچانے کے لئے حملہ آور کو قتل کرنا جائز ہے مگر جان بچانے کا طریقہ سیکھنے کی غرض سے جائز نہیں ہے۔

(۴)..... اسباب کی دو قسمیں ہیں، ایک یہ کہ اس پر مسبب وثرہ کا ترتب عادیہ متیقن ہے اور ترک اسباب سے ہلاکت کا یقین ہے جیسے کسی کو آگ یا سیلاب یا کنویں وغیرہ سے نکالنا یا کسی درندہ کی گردت سے بچانا ان صورتوں میں جان بچانے کے اسباب اختیار کرنا فرض ہے اور ان کا ترک حرام ہے۔ اخراج ولد بھی اسی قسم کا سبب ہے۔

اسباب کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس پر نتیجہ کا ترتب ضروری نہیں اور ان کے ترک سے موت متیقن نہیں۔

ایسے اسباب کا اختیار کرنا لازم نہیں اور ان کے ترک پر کوئی گناہ نہیں، علاج الامراض اسی قسم میں داخل ہے، سینکڑوں واقعات کا مشاہدہ ہے کہ علاج سے مرض مزید بڑھ گیا یا مریض ہلاک ہو گیا اور کئی مریض بدوں علاج ہی تندرست ہو گئے۔ اسی لئے اس پر اتفاق ہے کہ علاج کرنا فرض نہیں ہے، اگر کوئی ترک علاج کے نتیجے میں مرجائے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں، اگر علاج کرنا فرض ہوتا تو جہاں مرض کا صرف ایک سیشلسٹ ہو اس کے لئے علاج کی اجرت لینا حرام ہوتا پھر مسئلہ زیر بحث میں تو علاج بھی نہیں، علاج کی تعلیم ہے۔

”وہشتان بینہما کما قد منا“

(۵)..... بچے کی جان بچانے کے لئے میت کے شق بطن کی صورت متعین ہے دوسری کوئی صورت ممکن نہیں اس کے برعکس تعلیم کے لئے دوسری کئی صورتیں ہسولت اختیار کی جاسکتی ہیں مثلاً:

(۱)..... اسکریننگ مشین کے ذریعے زندہ انسان کے اندرونی اعضاء اور جسمانی ساخت کا تفصیلی معاینہ کیا جاسکتا ہے۔

(۲)..... حیوانی ڈھانچوں سے کام لیا جاسکتا ہے بالخصوص ڈارون کے نظریہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بندر اور انسان کے اعضاء میں یکسانیت ہے۔

(۱)..... پلاسٹک کے انسانی ڈھانچے مع اندرونی اعضاء کے بیرونی ممالک میں بن رہے ہیں، ان کو استعمال کیا جاسکتا ہے، اور مجسمہ رکھنے کے گناہ سے بچنے کی یہ تدبیر ہو سکتی ہے کہ ڈھانچے کے اعضاء علیحدہ کر کے رکھے جائیں، بوقت ضرورت بقدر ضرورت ایک عضو کو دوسرے عضو سے ملایا جاسکتا ہے۔

(روزنامہ مشرق ۲۵ دسمبر ۱۹۶۷ء بمطابق ۲۲ رمضان ۱۳۷۷ھ میں یہ خبر شائع ہوئی ہے)۔

برطانوی فرموں میں مصنوعی مسالے سے تیار کیا ہوا انسانی ڈھانچہ بنایا گیا ہے، اس ڈھانچے کو برطانوی فرموں نے سام کا نام دیا ہے، ڈھانچہ اب بھی کئی تعلیمی ادارے منگواتے ہیں، لیکچر دینا ہو تو یہی مصنوعی سام استعمال ہوتا ہے، پورے انسانی مصنوعی قد کا سام پانچ ۵ فٹ ۷ انچ ہوتا ہے اور اس کی قیمت ۳۸ پونڈ ۹ شلنگ ہے، جسم کے اندرونی اعضاء بھی ”سریکی سائنٹیفک پلاسٹک ملیٹڈ“ تیار کرتی ہے، مصنوعی دل کی قیمت ۱۳ پونڈ ۳ شلنگ، مصنوعی دماغ کی قیمت ۱۱ پونڈ ۱۰ شلنگ مقرر ہے۔

یہ کمپنی کان بھی تیار کرتی ہے جن کی قیمت ۱۰ پونڈ ہے، اس مصنوعی کان کے پردوں میں آواز نکرانے کے بعد اسی طرح لہریں نمودار ہوتی ہیں، انسان کے سانس لینے کا نظام بھی طلبہ کے استفادہ کے لئے مصنوعی بنایا جاتا ہے، جس کی قیمت ۷ پونڈ ۱۵ شلنگ ہے، اس مصنوعی سانس لینے والے انسان پر جان بچانے کے طریقے کی مشق آسانی کے ساتھ کی جاسکتی ہے، کیونکہ اس کے مصنوعی پیپھردے اسی طرح کام کرتے ہیں جس طرح انسانی پیپھردے کرتے ہیں۔

مجیب نے دوسرا قیاس اخراج ولد کے لئے جواز ششطن پر کیا ہے حالانکہ اس کا بطلان خود جز یہ مذکورہ میں تعلیل جواز:

” لانه وان كان حرمة الآدمی اعلیٰ من صيانة المال لكنه ازال احترامه بتعديه “

سے ظاہر ہے۔ اشاہ کے کلیہ سے بھی استدلال صحیح نہیں، حفظ احترام کے مقابلہ میں حفظ جان اگرچہ مقدم ہے، مگر یہاں احترام کے مقابلہ میں حفظ جان کا عمل نہیں، بلکہ اس کے طریقہ کی تعلیم ہے، خود علاج ہی سبب کی قسم ثانی ہے، اور یہاں تو علاج بھی نہیں ہو رہا، بلکہ علاج کی تعلیم دی جا رہی ہے، اس پر حرمت انسان کو بحیثیت چڑھانا جائز نہیں۔ اگر مجیب کے نظریہ کے مطابق صورت زیر بحث میں حفظ احترام اور حفظ جان کا تقابل تسلیم کر لیا جائے تو کالجوں میں لاوارث ڈھانچوں کی کمی کی صورت میں دارثوں پر فرض ہوگا کہ اپنے رشتہ داروں کی لاشیں دفن کرنے کی بجائے کالجوں میں پہنچائیں، بصورت انکار حکومت پر فرض ہوگا کہ رشتہ داروں

سے لاشیں جبراً چھین کر کالجوں میں مہیا کرے، اور اگر بوقت ضرورت کوئی لاش دستیاب نہ ہو تو قبرستان سے مردے اکھاڑ کر کالج کی ضرورت پوری کرے۔

تحقیق سے ثابت ہوا کہ کالج میں لاوارث لاشوں کی بہت کمی ہے، لہذا اب بزمِ مجیب جان بچانے کا فرض ادا کرنے کی صرف یہی صورت ہو سکتی ہے کہ وارثوں سے جبراً مردے وصول کئے جائیں۔

یہ ظلم صرف لاوارث لاشوں کے ساتھ مخصوص کیوں ہے جبکہ درحقیقت کوئی لاش لاوارث نہیں، اس لئے کہ کسی کا نسب وارث نہ ہو تو اس کا کفن دفن حکومت و عامۃ المسلمین پر فرض ہے اور یہی اس کے ولی ہیں۔

حکومت کا کوئی فرد اپنے رشتہ دار کی لاش دینے کو تیار نہیں تو دوسری لاش جس کی شرعی ولایت اور دفن کا فریضہ حکومت کے ذمہ ہے اس کی بے حرمتی کی اجازت کیوں دے دیتی ہے؟

کالجوں میں زیر تعلیم طلبہ کی بنسبت ملاحشوں کی غیر معمولی کمی کے ثبوت سے یہ ثابت ہو گیا کہ لاش کے بغیر بھی ڈاکٹری کی تعلیم مکمل ہو سکتی ہے۔

تعلیمی اداروں میں انسانی لاشوں کی بڑھتی ہوئی مانگ اور لاشوں کی منڈی میں غیر معمولی تیزی دیکھ کر انسانی درندے اور جرائم پیشہ لوگ انسانوں کو قتل کر کے ان کی لاشیں منڈی میں فروخت کرنے کا کاروبار شروع کر دیں گے، ان کے لئے یہ بہت ہی نفع بخش تجارت ہوگی، کوئی اور حکار ہاتھ نہ لگا تو انہی اداروں کا علمہ، طلبہ، اساتذہ، اور سربراہ کام لائے جاسکتے ہیں، ایسی ترقی کے فتوں سے اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں:

”وہو العاصم ولا ملجاء ولا منجاء الا الیہ“

(احسن الفتاویٰ جلد ۸ ص ۳۳۹)۔

اس لئے طبی تعلیم کے حاصل کرنے کے لئے مشقِ مردہ کی لاش پر کرنے کے بجائے مندرجہ ذیل متبادل طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں۔

(۱)..... آپریشن کرتے وقت نئے طلباء کو معاینہ کے لئے پاس کھڑا کر لیا جائے اور ساتھ ساتھ ان کو بتایا جائے ورنہ بعد میں تفصیل بیان کر دی جائے۔

(۳)..... آج کل مصنوعی اعضاء بھی ملتے ہیں ان سے بھی استفادہ کیا جائے۔

(۴)..... ایک آسان طریقہ انٹرنیٹ کے ذریعے باہر ممالک ہونے والے آپریشن اور انسانی جسم پر ہونے والی تحقیق طلباء و طالبات کو دکھائی جاسکتی ہے جبکہ آج کل تو اس کی سی ڈیز بھی آسانی سے مل جاتی ہیں جس میں انسانی اعضاء کی مکمل تفصیل موجود ہوتی ہے۔

(۵)..... اسی طرح حلال جانوروں پر بھی تحقیق کی جاسکتی ہے خصوصاً بندر پر جس کے اعضاء اکثر انسانی اعضاء کے مشابہ ہوتے ہیں۔

خلاصہ کلام:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ طبی تعلیم حاصل کرنے کے لئے مردہ کی لاش پر مشق کرنا ناجائز اور حرام ہے مشق کے لئے متبادل طریقوں کو اختیار کیا جائے میڈیکل سیکٹا ایک مستحسن امر ہے یعنی مباح ہے فرض یا واجب نہیں ہے جس کے ترک سے انسان گناہ گار ہو جائے اور انکار سے دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے اور نہ ہی مریض پر علاج کرنا فرض ہے۔

فتاویٰ ہند یہ میں ہے:

”مرض اور مدحتی مات لا یكون العما“ (فتاویٰ عالمگیری جلد ۵ ص)۔

کوئی شخص بیمار ہو یا اس کی آنکھوں میں درد ہو تو اس نے علاج نہ کر دیا حتیٰ کہ مر گیا تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔

معلوم ہوا کہ علاج کرنا فرض یا واجب نہیں ہے جب علاج بذات خود فرض یا واجب نہیں ہے تو اس کی تعلیم بھی فرض یا واجب نہیں ہوگی۔

فائدہ:..... اگرچہ مذکورہ فتویٰ پر مفتی نظام الدین صاحب کے دستخط ہیں اور اس جواب کی تصحیح بھی کی ہے لیکن مفتی نظام الدین صاحب نے بعد میں اس سے رجوع فرمایا تھا جیسا کہ نظام الفتاویٰ منتخبات جلد ۱ ص ۴۱۲ پر ان کا نیا فتویٰ عدم جواز کا موجود ہے۔

سرجری برائے ولادت:

وہ سرجری جس میں بذریعہ آپریشن بچے کو اس کے ماں کے پیٹ سے نکالا جاتا ہے، خواہ وہ بچہ کامل الخلق ہو یا ناقص

اٹھقت ہو ایک حدیث میں اس آپریشن کی پیشن گوئی دی گئی ہے کہ ایک زمانہ آئے گا جس میں ولادت کے وقت عورت کا پیٹ چیرا جائے گا مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے:

” انه قال لتؤخذن المرأة فليبقرن بطنها ثم ليؤخذن مافی الرحم فليبنذن مخالفة الولد “

(رواہ مصنف ابن ابی شیبہ بحوالہ امام مہدی کے دوست و دشمن ص ۳۱) -

ضرور عورت کو پکڑا جائے گا، پھر اس کا پیٹ چاک (آپریشن کے ذریعے) کیا جائے گا، اس کے بعد جو کچھ رحم میں ہوگا اس کو لے لیا جائے گا، بڑکا ہونے کے خوف سے اس کو نکال پھینکا جائے گا۔
اس سرجری کی دو قسمیں ہیں۔

حالت ضروریہ:

یہ وہ حالت ہے جس میں بچہ یا حاملہ دونوں میں سے کسی ایک کی جان خطرے میں ہو اگر آپریشن نہ ہو تو دونوں میں سے کوئی ایک مر جائے گا ایسی حالت میں آپریشن کرنا جائز ہے جیسے حاملہ کی وفات کے بعد اگر جنین زندہ ہو تو اس حالت میں بذریعہ آپریشن بچہ کا نکالنا جائز ہے۔

فتاویٰ محمودیہ میں ہے:

سوال: زید کی بیوی کا بچہ ہونے والا ہے اور ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق چند منٹ کے بعد ہی تولد ہونے کی امید ہے ٹھیک اسی وقت زید کی بیوی کا انتقال ہو گیا ڈاکٹر کی رائے ہے کہ چونکہ بچہ پیٹ میں زندہ ہے اس لئے دس منٹ کے اندر آپریشن کر کے نکال لینا چاہئے جبکہ زید کی رائے یہ ہے کہ چونکہ بیوی کا انتقال ہو چکا ہے اور انتقال کے بعد کسی بھی قسم کا آپریشن کرنا حرام ہے۔ آیا بچہ کو زندہ آپریشن کے ذریعہ نکالنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:.....

اگر بچہ زندہ ہو تو آپریشن کر کے بچہ کو نکال لیا جائے (یعنی جائز ہے)۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد ۱۸ ص ۲۸۸ مولانا مفتی محمود حسن گنگوٹئی ط جامعہ فاروقیہ کراچی)۔

• حالت حاجیہ:

یہ وہ حالت ہے کہ طبعی طور پر بچہ کی ولادت معذور ہونے کی وجہ سے بطریق سرجری (آپریشن) بچہ نکال لیا جاتا ہے۔ طرح نہ کرنے کی صورت میں بچہ یا حاملہ کی ہلاکت کا خوف ہوتا ہے، اس حالت کا حکم ڈاکٹر کی تقدیر رائے پر موقوف ہے اگر ڈاکٹر کو عورت کے ولادت طبعی کی مشقت برداشت نہ کرنے یا پھر بچہ کو ضرر لاحق ہونے کا گمان غالب ہو تو اس صورت میں بچہ کو بذریعہ آپریشن نکالنا جائز ہے اور اگر ڈاکٹر کا غالب گمان اس کے برعکس ہو تو سرجری کرنا جائز نہیں۔

اگر ایسی صورت ہو کہ بغیر آپریشن کے ولادت کی صورت میں ماں کی جان کو تو خطرہ نہ ہو لیکن بغیر آپریشن کے بچہ معذور پیدا ہونے کا خطرہ ہو تب بھی ایسا آپریشن کرنا جائز ہے چنانچہ ایسے بہت سارے کیس آئے ہیں کہ بغیر آپریشن ولادت تو ہو جائی ہے لیکن بچہ ساری عمر کے لئے ذہنی معذور رہتا ہے اس لئے ایسی صورت حال میں ڈاکٹر کی رائے پر عمل کرنا بہتر ہوگا۔

عورت کے شکم میں بچہ مر جائے تو اس کو نکال لے یا نہیں:

سوال:..... اگر حاملہ عورت کے شکم میں بچہ مر جائے تو عورت کو بچانے کے لئے بچہ کو کاٹ کر کے نکالنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:..... بچہ کی موت کا پورا یقین ہو اور عورت کی انتقال کا خوف ہو تو عورت کی جان بچانے کی خاطر بچہ کو کاٹ کر نکالنا جائز ہے، بچہ زندہ ہو تو کاٹنا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحمیہ جلد ۱۰ ص ۱۸۵ طدار الاشاعت کراچی ۲۰۰۳ء)۔

بچہ پیدا نہ ہوتا ہو تو آپریشن کے ذریعے کاٹ کر نکالنا:

اگر عورت کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو اور پیدائش نہ ہو رہی ہو تو آپریشن کے ذریعے اگر بچہ پیدا ہو سکے تو آپریشن کر کے بچہ پیدا کرایا جاسکتا ہے، لیکن اگر ڈاکٹر کہیں کہ اگر بچہ بچہ زندہ حالت میں پیدا کرایا جائے گا تو ماں کی زندگی کو خطرہ ہے، اس لئے بچہ کو کلڑے کلڑے کر کے نکال لیا جائے، تو زندہ بچہ کو کاٹ کر کلڑے کلڑے کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ کیا ضروری ہے کہ ماں اس صورت میں یقینی طور پر زندہ رہ جائے اس لئے بچہ کی زندگی ختم کر کے ماں کی زندگی بچانا صحیح نہیں ہے، حتی الامکان دونوں کی زندگی بچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اگر بچہ پیٹ میں مر جائے اور ماں زندہ ہو اور انجکشن دواء سے باہر نہ آ رہا ہو تو آپریشن کر کے وہ نکالا جاسکتا ہے، اس لئے کہ اس صورت میں ماں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ یقینی ہے۔

قال فی درمختار:

”حامل ماتت وولدها حی یضطرب شق بطنها من الایسر ویخرج ولدها ولو بالعکس
 وخیف علی الام قطع واخرج لو ميتا والا لا
 (درمختار جلد ۳ ص ۱۷۱ باب مطلب فی دفن میت ط مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) -

”وقال العلامة الشامي تحت قوله (والا لا) أي لو كان حيا لا يجوز تقطيعه لان موت الام
 به موهوم فلا يجوز قتل الآدمی حی الامر موهوم“ (حوالہ بالا) -

فتاویٰ رحیمیہ میں ہے:

سوال: عورت حاملہ ہے بچہ تولد نہیں ہوتا ڈاکٹر فی کہتی ہے کہ بچہ کو ماں کے پیٹ میں کٹڑے کٹڑے کر کے نکالے تو
 عورت کی جان بچ سکتی ہے، تو ایسی صورت میں بچہ کو کاٹنے یا نہیں؟
 الجواب: بچہ زندہ ہو تو کاٹنے کی شرعاً اجازت نہیں، بچہ کٹنے پر ماں کی زندگی کی گارنٹی کون دے سکتا ہے، لہذا آپریشن
 کر کے دونوں کی زندگی بچانے کی کوشش کی جائے زندگی خدا کے قبضے میں ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد ۱۰ ص ۱۸۵ ط دارالاشاعت کراچی)۔

کفایت المفتی میں ہے:

زندہ بچے کو نکالنے کے لئے پیٹ ماں کا چیر کر نکالنا جائز ہے کیونکہ ایسے آپریشن کامیابی سے ہو جاتے ہیں اور ماں اور بچہ
 دونوں زندہ رہتے ہیں مگر زندہ بچے کا کاٹ کر نکالنا جائز نہیں ہے، بچہ پیٹ میں مر گیا ہو تو اس کو کاٹ کر نکالنا جائز ہے۔

(کفایت المفتی جلد ۹ ص ۱۵۱ مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی ط دارالاشاعت کراچی)۔

عورت مر جائے اور بچہ پیٹ میں زندہ ہو اس کو نکالنا:

سوال: ایک عورت حاملہ ہے لیکن وضع حمل سے چند روز قبل عورت کا انتقال ہو جاتا ہے تو بچہ کے متعلق کیا

حکم ہے، کیا ماں کے پیٹ سے بچہ کو نکالا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامد اومصلیٰ:.....

عامۃ جب حاملہ کا انتقال ہو جاتا ہے تو بچہ پیٹ میں مر جاتا ہے زعمہ نہیں رہتا لیکن اگر قرآن سے معلوم ہو کہ بچہ زندہ ہے تو فوراً آپریشن کر کے نکال لیا جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد ۱۸ ص ۲۸۹ جامعہ فاروقیہ کراچی) -

(تمت بالخیر)

.....☆☆☆☆☆.....